ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 03 No. 02. April-June 2025.Page#.348-351
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

An Analysis of the Church's doctrine of Christ

کلیسیائی نظریہ مسیح کا تنقیدی جائزہ

Dr. Muhammad Yaseen Raza
Assistant Professor, Department of Islamic Studies
Riphah international University (Sahiwal Campus)
muhammadyaseenges126@gmail.com
Dr. Muhammad Ahmad
Assistant Professor, Department of Islamic Studies
Riphah international University (Faisalabad Campus)
m.ahmad.pk1@gmail.com
Dr. Mahmood Ahmad (Corresponding Author)
Assistant Professor Department of Islamic Studies
Government College University Faisalabad, Pakistan
mahmood.ahmad@gcuf.eud.pk

Abstract

Judaism and Christianity are the two primary religions in Semitic religion. Their primary source is the common Bible. Both religions believe the Bible to be inspired and its teachings to be true. The concept of Christ differs significantly across the Old and New Testaments of the Bible. In Judaism and Christianity, the notion of Christ has evolved to its current state. However, in Christianity, Christ is not the same as the church's head. This article will provide a critical evaluation of the Church's understanding of Christ

Keyword: Judaism, Christianity, Bible, religions, Christ, Church.

حضرت مسیحؑ کے بارے کلیسیا کا نظریہ بتدریج پروان چڑھا۔ کلیسیا کے ہر دور میں یہ تصور مسیح مختلف رہا لیکن ہر ایک اپنے تصور مسیح کو درست سمجھتا رہا۔ ابتدائی آنے والے یہودی ایام میں کسی مسیح کی آمد کا کوئی تصور سرے سے موجود نہ تھا۔ صرف کاہن کو مذہبی رسومات کی ادائیگی کے لیے مسح کیا جاتا تھا۔ اس کے سوا مسح کیے ہوئے شخص کی کوئی مذہبی یا دنیوی حیثیت نہیں ہوتی تھی بلکہ قدرے دینی حیثیت سمجھی جاتی تھی۔ یہودی نظریہ کے مطابق لازمی تھا کہ مسیح داؤد کے گھر آنے سے ہو[1]۔ اس گھرانے سے ہٹ کر کسی شخص کے ممسوح ہونے کا ذکر پہلی مرتبہ ہمیں کتاب ا۔ سیموئیل میں ملتا ہے۔ یہ شخص ساؤل تھا اور اس کا تعلق بنیامین کے قبیلے سے تھا[2]۔ یہ مسح دینی اغراض سے ہٹ کر سیاسی مقاصد کے لیے تھا اور ممسوح کی حیثیت ایک سیاسی قائد سے بڑھ کر نہ تھی۔ اُس کے تقرر کی غرض وغایت بس اتنی تھی کہ قوم بنی اسرائیل ایک جھنڈے تلے جمع ہو جائے اور یہ شخصیت بحیثیت قائد اپنے لوگوں کو فلسطینی قوم اور گردونواح کی ہمسایہ اقوام کی چیرہ دستیوں سے نجات دلائے۔ آہستہ آہستہ یہودی صرف طاقت ور ہستی کو ہی مسیح سمجھتے تھے جو انہیں دنیوی شان وشوکت عطا کرے گی۔ یہود اپنے ہر دور میں اسی کے منتظر رہے۔ یہود میں بھی آمد مسیح کا تصور شروع سے ہی رہا لیکن کرب وبلا کے دور میں

---

[1]۔ خروج 29:6۔

[2]۔ ا۔ سیموئیل 9: 16۔

یہودی قوم کا انتظار اس قدر شدید تھا کہ وہ غیر یہودی [3] اور غیر داؤدی [4]۔ کو بھی مسیح سمجھ کر اس کے پیچھے ہو لئے اور اس کی سیادت کی پیروی کرتے رہے۔ عہد نامہ قدیم میں اس کی کھلی شہادتیں موجود ہیں۔

یہود کی طرح مسیحیت بھی نظریہ مسیح کے سہارے ہی کھڑی ہے لیکن اس قوم کی نظریاتی تاریخ کو دیکھا جائے تو اس میں تصور مسیح ہر دور میں بدلتا رہا۔ عہد نامہ قدیم کا تصور مسیح عہد نامہ جدید سے یکسر مختلف ہے۔ حضرت مسیح کو ان کی اپنی تعلیمات کی روشنی میں دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ وہ انسان اور ہادی تھے جن کا کام اپنی قوم کو خداوند عالم سے شناسائی تھی۔ بعد کے ادوار میں کلیسیائی نظریہ مسیح کی تشکیل میں پولوس کا مرکزی کردار ہے۔ بلکہ انہویں اس نظریہ کا موجد کہنا درست ہو گا۔ پولوس کی آمد سے مسیحیت کی نئی جہت متعین ہوئی۔ روائتی مسیحیت کو حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات سے متضاد سمت میں چلا کر اسے بنی اسرائیل سے جدا کر دیا ذیل میں نظریہ مسیح کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

I۔ حضرت مسیحؑ کی نظر میں:

جب مسیح علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے اپنے آپ کو کس تصور میں پیش کیا؟ یہاں اس تصور کو واضح کیا جائے گا۔ مسیحیت دراصل کوئی نیا دین نہیں تھا۔ اور نہ ہی اسے کسی نئے دین کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔ بلکہ یہ یہودیت کے اندر ہی ایک اصلاحی تحریک کے طور پر سامنے آیا تھا۔ عہد جدید اس پر شاہد ہے۔ کہ یہ تحریک اپنے ابتدائی ایام میں یہودیوں میں بدعتی مفسد فتنہ انگیز ناصری فرقہ کے نام سے معروف تھی۔ [5] دراصل سیدنا المسیح نے مروجہ یہودی تصور کے برعکس خود کو ایسے الٰہی فرستادہ کے طور پر پیش کیا جس نے خدائی منشا کے مطابق یہودی نظریات کی صلاح کا عزم کیا۔ اور توریت کو اس کے حسب منشالا گو کرنے کا بیڑا اٹھایا [6]۔ انہوں نے توریت شریف پر اس کی روح کے مطابق عمل کرنے پر زور دیا۔ [7] انہوں نے توریت کے احکام کی خلاف روزی پر شدید وعید سنائی۔ [8] انہوں نے انفرادی تزکیہ نفس پر خاص زور دیا۔ [9] اور دنیاوی زندگی کو دار العمل سمجھتے ہوے روز قیامت جواب دہی کے تصور کو اجاگر کیا [10]۔ پہاڑی کا وعظ اس بابت خاص اہمیت رکھتا ہے۔

II۔ رسولوں کا نظریہ مسیحؑ:

جب یسوع کا اصلاحی مشن وسعت اختیار کر گیا۔ تو یہودیوں میں بے چینی کے آثار دیکھائی دینے لگے۔ مسیحؑ کو کسی بھی لحاظ سے اپنا ہادی اور رہنما ماننے کی بجائے ان کی مخالفت کرنے لگے۔ حضرت مسیحؑ نے توریت کی ہی دعوت دی اور انبیاء بنی اسرائیل کے پیغام کو آگے بڑھایا لیکن ان کی دعوت کو سمجھنے کی بجائے ان کے راستے کی رکاوٹ بنے۔ لیکن جن لوگوں نے حضرت مسیحؑ کی دعوت کو براۓ راست سنا۔ وہ واضح سمجھتے اور بالکل مانتے تھے کی حضرت مسیح انسان ہیں اللہ کی طرف سے نامزدہ پیغمبر ہیں۔

"جب یِسُوعؔ قَیصرؔیہ فِلپّی کے عِلاقہ میں آیا تو اُس نے اپنے شاگردوں سے یہ پُوچھا کہ لوگ اِبنِ آدم کو کیا کہتے ہیں؟ اُنہوں نے کہا بعض یُوحنّا بپتِسمہ دینے والا کہتے ہیں بعض ایلیّاہؔ بعض یِرمیاہؔ یا نبیوں میں سے کوئی۔ اُس نے اُن سے کہا مگر تُم مُجھے کیا کہتے ہو؟ شمعُوؔن پطرسؔ نے جواب میں کہا تُو زِندہ خُدا کا بیٹا مسیح ہے۔ یِسُوعؔ نے جواب میں اُس سے کہا مُبارک ہے تُو شمعُوؔن بر یُوناہ کیونکہ یہ بات گوشت اور خُون نے نہیں بلکہ میرے باپ نے جو آسمان پر ہے تُجھ پر ظاہِر کی ہے"۔ [11]

پطرس کی ایک تقریر اعمال کی کتاب میں نقل کی گئی ہے۔ جو واضح کرتی ہے کہ حواری حضرت مسیح علیہ السلامؑ کو ایک انسان اور نبی ہی مانتے تھے۔

---

[3] ۔یسعیاہ 45: 1

[4] ۔ا۔ سیموئیل 9: 16۔

[5] اعمال 24 :5

[6] متی 5 : 17

[7] متی 19 :17

[8] متی 5 :19

[9] متی 5 : 4 تا 6۔

[10] متی 5 : 19۔

[11] متی 16 : 13 تا 18

"اے اسرائیلیوں یہ سب باتیں سنو کہ یسوع ناصری ایک شخص تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا تم پر ان معجزوں اور عجیب کاموں اور نشانیوں سے ثابت ہوا جو خدا نے اس کی معرفت تم میں دکھائے۔ چنانچہ تم آپ ہی جانتے ہو"۔[12]

پطرس ان لوگوں کے سرخیل تھے جنھوں نے مسیح کو آنکھوں سے دیکھا اور ان کی تعلیمات سے براہ راست مستفیض ہوئے تھے۔ ایک اور موقع پر وہ ہیکل میں پیغام دیتے ہوئے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ

"اے اِسرائیلیو! اِس پر تم کیوں تعجّب کرتے ہو اور ہمیں کیوں اِس طرح دیکھ رہے ہو کہ گویا ہم نے اپنی قُدرت یا دِین داری سے اِس شخص کو چلتا پھرتا کر دیا؟------ تم نبیوں کی اَولاد اور اُس عہد کے شریک ہو جو خُدا نے تُمہارے باپ دادا سے باندھا جب ابرہام سے کہا کہ تیری اَولاد سے دُنیا کے سب گھرانے برکت پائیں گے۔ خُدا نے اپنے خادِم کو اُٹھا کر پہلے تُمہارے پاس بھیجا تا کہ تُم میں سے ہر ایک کو اُس کی بدیوں سے ہٹا کر برکت دے"۔[13]

پطرس رسول نے وضاحت کی کہ زندگی اور موت وحیات الٰہی اختیار ہے کوئی انسان چاہئے وہ نبی ہی کیوں نہ ہو خود زندہ نہیں ہو سکتا۔ پطرس کا فرمان واضح کرتا ہے کہ ان کو تو خود اسی ذات نے پیدا کیا تھا جس نے ان کو معجزات سے نوازہ تھا اور اسی خدا نے یسوع کو جلایا۔

عہد نامہ جدید کی تحریروں پر پہلے لفظ سے ہی پولوسی فکر کے اثرات نمایاں ہیں۔ کیونکہ یہ سارے کا سارا پولوس کے شاگردوں کے ہاتھوں وجود میں آیا پولوس اور مسیح کے شاگردوں میں واضح نظریاتی کشمکش کی شاہد خود بائبل ہے۔ مسیح کی تعلیمات کے اثرات اس قدر گہرے تھے۔ کہ پولوسی گروہ کی مخالفانہ کوششوں کے باوجود بھی باقی رہ گئے۔

III۔ پولوس اور نظریہ مسیح:۔

پولوس کے احوال و آثار جاننے کا بنیادی ماٰخذ کتاب اعمال ہے۔ پولوس نے اس کتاب میں خود اپنے بارے وضاحت کی ہے۔ لیکن مقام حیرت ہے کہ اس کے اپنے اقوال میں اس قدر تضاد ہے کہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ اسے کس قبیلے یا نسل سے مانا جائے۔ کبھی وہ اپنے کو یہودی النسل کہتے ہوئے باپ داد کی شریعت کا پابند بتاتا ہے۔[14] کبھی اپنے آپ کو فریسی اور صندوقی بیان کرتا ہے[15] تو کبھی اپنے کو رومی شہری کہتا ہے[16]۔ موجود شواہد کی روشنی میں یہ طے کرنا بہت مشکل ہے کہ پولوس کس نسل اور قبیلہ سے ہیں۔ بائبل کے مقدس متن میں پولوس اپنے تعارف میں ہی اس قدر متضاد البیان ہے تو الٰہی احکام کی تعلیم میں یکسانیت کیسے ہو سکتی ہے اور اس سے کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ ان معاملات میں دیانت داری کا روا ہو سکتا ہے۔ مسیحی دعویٰ یہ ہے کہ وہ یہودی الاصل رومی شہری تھے۔ تاہم یہ بات محل نظر ہے کیونکہ یہودی من حیث القوم رومیوں کے غلام تھے۔ اور ایسی کوئی تاریخی شہادت دستیاب نہیں کہ غلام یہودی قوم کو رومی شہریوں کے تمام حقوق حاصل تھے۔ عہد جدید کی تصریح کے مطابق وہ یسوع مسیح کے سب سے بڑے مخالف تھے۔ اور ان کی مخالفت کو اپنا ایمانی فریضہ جانتے تھے۔[17] اس دور میں مسیح پر ایمان لانے والے یہودی عوام یسوع کی تصلیب سے کسی حد تک مایوسی کا شکار تھے۔ اس کا سراغ ہمیں کہیں اور سے نہیں بلکہ انجیل لوقا سے ہی مل جاتا ہے۔

"اُسی دِن اُن میں سے دو آدمی اُس گاؤں کی طرف جا رہے تھے جس کا نام اِماؤُس ہے۔ وہ یروشلیم سے قریباً سات میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور وہ اِن سب باتوں کی بابت جو واقع ہُوئی تِھیں آپس میں بات چِیت کرتے جاتے تھے۔ جب وہ بات چِیت اور پُوچھ پاچھ کر رہے تھے تو اَیسا ہُؤا کہ یِسُوعؔ آپ نزدِیک آ کر اُن کے ساتھ ہو لِیا۔ لیکن اُن کی آنکھیں بند کی گئی تِھیں کہ اُس کو نہ پہچانیں۔ اُس نے اُن سے کہا یہ کیا باتیں ہیں جو تُم چلتے چلتے آپس میں کرتے ہو؟ وہ غمگین سے کھڑے ہو گئے۔ پھر ایک نے جس کا نام کلِیُپاؔس تھا جواب میں اُس سے کہا کیا تُو یروشلیم میں اکیلا مُسافِر ہے جو نہیں جانتا کہ اِن دِنوں اُس میں کیا کیا ہُؤا ہے؟ اُس نے اُن سے کہا کیا کیا ہُؤا ہے؟ اُنہوں نے اُس سے کہا یِسُوعؔ ناصری کا ماجرا جو خُدا اور ساری اُمّت کے نزدِیک کام اور کلام میں قُدرت والا نبی تھا۔ اور سردار کاہِنوں اور ہمارے حاکِموں نے اُس کو پکڑوا دِیا تا کہ اُس پر قتل کا حُکم دِیا جائے اور اُسے مصلُوب کیا۔ لیکن ہم کو اُمّید تھی کہ اِسرائیل کو مُخلصی یہی دے گا"[18]

---

[12] اعمال 2: 22

[13] اعمال 3: 12 تا 26

[14] اعمال 22 : 3

[15] اعمال 23 :7۔

[16] اعمال 22 :24۔

[17] اعمال 9 :1

[18] لوقا 24 :13 تا 21

صاف نظر آتا ہے کہ اس وقت تک مسیح کی صلیبی موت سے کوئی نظریہ وابستہ نہ تھا۔ اگر کوئی ایسا معاملہ ہوتا تو یہاں ضرور اس کا تذکرہ کیا جاتا۔ اگر وہ لوگ نہ کرتے تو خود یسوع ہی کر دیتے لیکن یہاں تو کیا کسی موقع پر بھی یسوع مردوں میں سے دوبارہ جی اٹھنے کے بعد ایسا کوئی بیان نہیں دیتے۔ پس لوگ یسوع کو دیگر نبیوں کی مانند ایک نبی ہی مانتے اور جانتے تھے۔ پولوس کی آمد سے قبل ہمیں کسی بھی نئے نظریے کی پیوندکاری شاگردوں کی تعلیم میں نظر نہیں آتی لیکن بعد میں منظر یک بیک تبدیل ہو کر رہ جاتا ہے۔ پولوس نے عہد قدیم کی بعض اصطلاحات کے نئے متصوفانہ معانی متعین کئے اور انہیں مسیح پر منطبق کیا مثلاً انہوں نے مسیح کی صلیبی موت، گناہوں کی معافی، شریعت کی منسوخی اور دور فضل کا آغاز، تجسیم اور ابنیت مسیح کو نیا مفہوم عطا کیا جس سے عقیدہ الوہیت کی راہ ہموار ہوئی اور بالآخر طویل کلامی مباحث کے بعد المسیح کو خدا کی ذات کا اقنوم ثانی ٹھہرا کر تثلیث میں جگہ دینے کا سبب بنی۔ پولوس نے ہی مسیح کو کاہن قرار دیا۔[19] جو اپنے ہی خون نظر آنے سے لوگوں کی دائمی نجات دلائی۔[20] انہوں نے ہی مسیح کی صلیب پر اذیت ناک موت اور حیات ثانیہ کو گناہوں کی معافی اور نجات سے منسلک نظریہ دیا۔[21]۔ پولوس نے مسیح کی صلیبی موت سے شریعت کی منسوخی اور کفارہ کا تعلق جوڑا[22]۔ پولوس نے ہی یسوع کے خون کو کفارہ ٹھہرایا۔[23] پولوس کی اس تعلیم سے تصور مسیح یکسر تبدیل ہو گیا جس میں وہ ایک سیاسی قائد یا پیغمبر کی بجائے ایک ایسے روحانی نجات دہندہ ٹھہرے جنہیں بالآخر منصب الوہیت پر فائز کر دیا گیا

اناجیل کے مطابق یسوع اپنی پیدائش سے ہی خدا کے بیٹے تھے لیکن پولوس کے ہاں ابنیت کا معاملہ یکسر مختلف ہے۔ ان کے مطابق:

"مسیح جسم کے اعتبار سے تو داؤد کی نسل سے پیدا ہوئے لیکن پاکیزگی کی روح کے اعتبار سے مردوں میں سے جی اٹھنے کے سبب سے قدرت کے ساتھ خدا کے بیٹے ٹھہرے"۔[24]

ابنیت کا یہ خاص تصور مسیح کے ان کاموں سے جڑا ہوا ہے جو عقائد کو ایک خاص جہت کرتا ہے اور بالآخر انہیں دنیا کی منفرد ہستی بنا دیتا ہے۔ ان کے مطابق خدا نے سب کچھ بیٹے کے ماتحت کر دیا ہے اور خود سب کاموں سے الگ ہو گیا ہے۔ بعد میں بیٹا سارے کام نبٹا کر سب اختیارات اور قدرت خدا کو واپس کر دے گا اور خود خدا کی متابعت اختیار کر لے گا۔[25] صاف ظاہر ہے کہ مسیح کا ابن خدا ہونے کے ناطے یہ سارا کردار یہودی تصور سے نہ صرف یکسر مختلف ہے بلکہ جدید بھی ہے کیونکہ پہلے انبیاء کے ہاں المسیح کا یہ تصور مفقود ہے۔ پولوس نے مسیح کی صلیبی موت کا جواز فراہم کرنے کے لئے موروثی گناہ کا نظریہ متعارف کرایا۔ جس کے مطابق جس طرح ایک ہی شخص کے گناہ کے سبب سے موت نے بادشاہی کی اسی طرح ایک ہی شخص کے خون سے لوگوں نے موت سے نجات حاصل کی۔[26] عہد نامہ قدیم کا مسیح وہ ہستی ہیں جو یہودی قوم کو غیر ملکی استبداد سے نجات دلائے گی۔[27] جلاوطن لوگ واپس آئے گے۔[28]

یہودی و مسیحی نظریہ مسیح کا تقابل:

عہد نامہ جدید میں یہودی اپنے تصور کے مطابق یسوع سے ان کے المسیح ہونے کی بابت سوال کرتے دکھائی دیتے ہیں لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یسوع بعض مقامات میں ان سے اتفاق کے باوجود وہ کام نہیں کر پاتے، مثلاً یہودی اعتقاد تھا کہ المسیح کے وقت جلاوطن واپس آئیں گے۔ یسوع بھی اس خیال کی تائید فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ میری اور بھیڑیں بھی ہیں جو اس بھیڑ خانہ کی نہیں ہیں۔ جنہیں لانا ضروری ہے۔[29] لیکن لاتے نہیں ہیں ۔ وہ اس یہودی خیال سے اتفاق کرتے ہیں کہ المسیح کی آمد سے قبل ایلیا کی آمد لازمی ہے لیکن وہ کوئی قابل قبول توجیح پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اور جو بات وہ کرتے ہیں اس کی تردید خود ان کا مجوزہ ایلیا کر دیتا ہے، یہودی ان سے ہیکل میں ان کے کاموں

---

[19] عبرانیوں 7: 26 تا 28

[20] عبرانیوں 9: 11، 12

[21] عبرانیوں 9: 28۔

[22] افسیوں 2: 15۔ عبرانیوں 7: 18

[23] رومیوں 3: 25

[24] رومیوں 1: 4

[25] 1۔ کرنتھیوں 15: 23 تا 28

[26] رومیوں 5: 21

[27] یرمیاہ باب 23

[28] یسعیاہ 11: 10

[29] یوحنا 10: 16

کی بابت سوال کرتے ہوئے پوچھتے ہیں کہ ان کا مقصد کیا ہے۔ تو وہ عجب بے ربط جواب دیتے ہیں کہ تم ہیکل کو ڈھادو تو وہ تمہیں تین دن میں کھڑا کر دیں گے۔ صاف ظاہر ہے کہ اس بات کا یہودی اختصار سے کوئی تعلق نہیں۔ یہودی اعتقاد تھا کہ داؤد کے لیے ایک صادق شاخ پیدا کی جائے گی جس کی بادشاہی ملک میں اقبال مندی، عدالت اور صداقت کے ساتھ ہو گی۔[30] عہد جدید میں یسوع کو داود کے گھرانے کے لیے بے مثال شاخ بتایا جاتا ہے۔ لیکن اس دعویٰ کے باوجود یسوع واضح اعلان کرتے ہیں کہ میری بادشاہی اس دنیا کی نہیں۔[31]

خلاصہ بحث:

حضرت یعقوبؑ کی آل سے جس نسل کا آغاز ہوا تھا اس کو یہوی کہا جاتا ہے۔ اس قوم میں انبیاء علیہ السلام کا طویل سلسلہ پایا جاتا ہے جس کی آخری کڑی حضرت مسیحؑ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی قیادت اکثر انبیاء کو ہی دی تھی۔ یہ بھی حقیقت سے خالی نہیں ہے کہ یہود پر جب بھی کوئی کڑا وقت آتا تو وہ کسی نہ کسی نجات دہندہ کی امید میں لگ جاتے جو انہیں اس کرب وبلا سے نجات دے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک یہود میں نظریہ مسیح نجات دہندہ کے طور پر پایا جاتا رہا۔ جب مسیحؑ تشریف لائے اور انہوں نے یہود کے مطلوبہ نظریہ مسیح کو پورا نہ کیا۔ بلکہ اس کے بر خلاف تصور پیش کیا اور اپنی آمد کو اخروی کامیابی سے جوڑا تو وہ نہ صرف ان سے بگڑ گئے بلکہ ان کو راستے سے ہٹانے کے لئے صلیب دینے کی بھی کوشش کی۔ حضرت مسیحؑ اور ان پر ایمان لانے والے نصاریٰ نے نظریہ مسیحؑ منشاہ باری تعالیٰ کے ترجمان کے طور پر پیش کیا۔ جو یہودیت کے نظریہ مسیح سے بالکل متضاد تھا۔ حضرت مسیحؑ کی رفع آسمانی کے بعد پولوس جو در حقیقت حضرت مسیحؑ اور ان کی دعوت کا سخت مخالف تھا اس نے موروثی گناہ، کفارہ، تصلیب، حیاۃ ثانیہ، تنسیخ شریعت، فضل سے نجات جیسے انوکھے تصورات کو جوڑ کر نظریہ مسیح کو نئے انداز میں پیش کیا۔ پولوس کے شاگردوں نے اناجیل کو مرتب کیا تھا جن میں پولوسی نظریہ مسیح کو جرت سے جڑا گیا اور روئتی میسیحیت کی تعلیمات میں اس کی جھلک واضح نظر آتی ہے۔ بائبل میں کلیسیائی نظریہ مسیح کو بڑی عمدگی سے جگہ دی گئی ہے اور آج کی میسیحیت اسی مرکزی دھارے پر متفق بھی ہے اور اسی نظریہ کی ترجمان بھی ہے۔ کلیسیائی نظریہ مسیح کی ارتقائی جدوجہد میں پوادر بڑی جانفشانی سے سرگرم عمل ہیں مستقبل کے پردوں میں یہ نظریہ کس قدر اور کس سمت بڑھتا اسے تو اللہ ہی جانتا ہے یا وہ لوگ جانتے ہیں جن کے ہاتھ میں اس نظریہ کی باگیں ہیں۔

---

[30] یرمیاہ 23 : 5

[31] یوحنا 18 : 6